

- 1 ذیل کے اشعار پڑھئے اور نیچے دئے ہوئے سوالات کے مختصر جواب لکھئے:
- (الف) تڑپنے پھر کرنے کی توفیق دے
دل مرتضی " سوز صدیق " دے
(1) "دل مرتضی اور سوز صدیق" سے شاعر کیا مراد ہے؟
- (ب) فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرا کائنات
(2) "سکون و ثبات" کو اقبال فریب نظر کیوں قرار دیتے ہیں؟
- 2 ذیل کے شعر میں الفاظ کی الٹ پھیر کو درست کیجئے:
- سوز جگر جوانوں کو بخش دے
میری نظر مرا عشق بخش دے
- 3 ذئے گئے الفاظ دروف سے اشعار مکمل کیجئے:
- [لشکر - آئینہ - حیات - افکار]
مری نظرت روزگار (1)
غزلان کا مرغ زار

۱۲) مرا دل مری رزم گاہ

گمانوں کا یقین کا ثبات

جوڑ لگا کر مصربے عَمَّکِمَل کیجئے:- ۴

زوج زوج خرد کو غلامی سے ۱

حضر ہے مجاز تبا مجھ کو اسرار ۲

آزاد کر اسی سے فقیری میں ۳

ہوں میں امیر سفر ہے حقیقت ۴

مرگ و حیات مذاقِ دولت سے بنی ۵

مختصر سوالات: ۵

اقبال کے اردو مجموعہ کلام کون کون سے ہیں؟ ۱

اقبال کی تاریخ ولادت اور وفات لکھئے؟ ۲

”شراب کہن“ اور ”جام“ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟ ۳

اقبال قوم کے افراد میں کس طرح کا عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ ۴

کاروانِ وجود کیوں نہیں ٹھہرتا؟ ۵

توضیحی سوالات: ۶

اس شعر کی تشریح کیجئے۔ ۷

مری نا و گرداب سے پار کر
یہ ثابت ہے تو اس کو سیار کر

(2) نوجوانوں سے متعلق اقبال کیا دعا کرتے ہیں؟

(3) پہلے بند کا ماحصل بیان کیجئے؟

-7- تفصیلی سوالات

(1) نظم ”ساقی نامہ“ کا مرکزی خیال واضح کیجئے؟

(2) دوسرے بند کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھئے؟

(3) اقبال کی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کیجئے؟

خدا کی نعمتیں

جو شیع آبادی

(۱)

پینے کو میر پانی ہے، کھانے کے لئے حاضر ہے غذا
 تفریح کو سبزہ جنگل کا، صحیت کی محافظ صاف ہوا
 پوشش کے لئے ملبوس بھی ہے، رہنے کو مکاں بھی سُتھرا سا
 اور اس کے سوا کیا حاجت ہے، انصاف تو کر تو دل میں ذرا
 راحت کے لئے جو سامان ہیں، قدرت نے بھم پہنچائے ہیں
 اے بندہ زر! پھر تیری ہوس نے پاؤں یہ کیوں پھیلائے ہیں

(۲)

دولت کا نتیجہ کلفت ہے، سامانِ امارت ڈلت ہے
 جس دل میں ہوس کی کثرت ہے، دُور اس سے حقیقی راحت ہے
 ارمان بہت ہیں، کم کر دے ہستی یہ نہیں، اک غفلت ہے
 آغاز سراپا دھوکا ہے، انجام سراسر عبرت ہے

تاریخ اُٹھا بتلائیگی وہ، دُنیا میں خوشی کا نام نہیں
جس دل پہ ہوس کا سکھ ہے، اس دل کے لئے آرام نہیں

(۳)

صحت میں تری کچھ ہرج نہیں، اعضاء میں ترے نقصان نہیں
پھر بھی یہ شکایت تجھ کو ہے، اسباب نہیں سامان نہیں
انعامِ خدا کا منکر ہے، اللہ پہ اطمینان نہیں
تو حرص و ہوا کا بندہ ہے، مضبوط ترا ایمان نہیں
دُنیا کی حکومت تیری ہے، اپنے کو گدا کیوں کہتا ہے
سامانِ فراغت حاضر ہیں، بیکار پریشان رہتا ہے

(۴)

یہ ابر، یہ وادی، یہ گلشن، یہ کوہ و بیاباں، یہ صحراء
یہ پھول، یہ کلیاں، یہ سبزہ، یہ موسمِ گل، یہ سرد ہوا
یہ شام کی دلکش تفریحیں، یہ رات کا گہرا ستان
یہ پچھلے پھر کی رنگیں، یہ نورِ سحر، یہ موجِ صبا

معبوو کی کس بخشش کو، منکرے گا چھپائے جائیگا
اللہ کی کس نعمت کو، اے منکر دیں جھٹلا یگا

(۵)

اللہ کی رحمت عام ہے سب پر "شاہ" ہواں میں یا ہو "گدا"
یہ چاند، یہ سورج، یہ تارے، یہ نغمہ بُلْبُل، یہ دریا
دونوں کے لئے یہ تحفے ہیں، کچھ فرق اگر ہے تو اتنا
ان جلووں سے لذت پاتا ہے، آزاد کا دل منعم سے سوا
شاہوں کے سروں میں تاج گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
جو اہل صفا ہیں ان کے دل میں نور کا چشمہ بہتا ہے

جوش ملیح آبادی

شیر حسن خان جوش ملیح آبادی لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ جوش کی
ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ انہوں نے لکھنؤ، سیتاپور، آگرہ اور علی گڑھ کے
اسکولوں میں سینئر کیمپرچ تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۳ء میں وہ حیدر آباد گئے۔
یہاں وہ عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ میں ناظر ادب کی حیثیت سے ملازم
ہو گئے۔ ۱۹۳۴ء میں حیدر آباد چھوڑ کر دہلی آگئے۔ یہاں انہوں نے اپنے کئی

شعری مجموعے شائع کئے اور ایک رسالہ ”کلیم“ بھی جاری کیا آزادی کے بعد وہ حکومت ہند کے رسالہ ”آج کل“ کے ایڈیٹر ہو گئے حکومت ہند نے انھیں ”پرم بھوشن“ کا اعزاز عطا کیا۔ 1956ء میں وہ پاکستان پلے گئے وہیں ان کا انتقال ہوا۔

آن کے کم و بیش ایک درجن مجموعے منظر عام پر آئے ان میں کچھ کے نام ہیں۔ ”نقش و نگار“، ”شعله و شبتم“، ”حرف و حکایت“، ”جنون و حکمت“، ”آیات و نغمات“ اور ”سنبل و سلاسل“، ان کی خود نوشت سوانح ”یادوں کی برات“ کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔

جوش نے غزلیں بھی کہیں اور رباعیاں بھی لکھیں لیکن بنیادی طور پر وہ نظم کے شاعر ہیں۔ ابتدائی نظموں میں وہ ایک جذباتی، رنگیں مزاج اور حسن پرست نوجوان نظر آتے ہیں تحریک آزادی کی فضا میں حب وطن اور سیاسی مسائل ان کی نظموں کا موضوع بننے لگے۔ ان موضوعات پر انہوں نے بڑی پہ جوش اور دلولہ انگیز نظمیں لکھیں اور شاعر انقلاب کہئے جانے لگے۔ ان کی بعض نظمیں باغیانہ خیالات کی وجہ سے برطانوی حکومت نے ضبط کر لیں۔

معنی اور اشارے

حافظ = حفاظت کرنے والا

| | | |
|------------------------------------|---|--------------|
| لباس - پوشاک | = | پوشش |
| پہننے کے کپڑے | = | مبوس |
| ضرورت | = | حاجت |
| دینا - عطا ہونا | = | بھیم پہنچانا |
| دولت کا بندہ | = | بندۂ زر |
| حرص | = | ہوس |
| رنج - تکلیف | = | مکلفت |
| حکومت کے سامان | = | سامانِ امارت |
| سر سے لیکر پیر تک | = | سراپا |
| عضو کی جمع | = | اعضا |
| جسم کا حصہ | = | عضو |
| انکار کرنا | = | منکر |
| فقیر | = | گدا |
| جس کی عبادت کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ) | = | معبدوں |
| قول سے پھرنا | = | مکرنا |
| نعمت دینے والا - مالدار | = | نعم |
| بھاری تاج | = | تاج گران |
| متقیٰ اور پارسا لوگ | = | ابل صفا |

جوش کو ”شاعر انقلاب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس نظم میں جوش کا رنگ و آہنگ طزیہ اور اصلاحی نظر آتا ہے۔ جوش نے خدا کی مختلف نعمتوں کا تذکرہ کل پانچ بندوں میں کیا ہے۔ پہلے بند میں آدمی کی بنیادی ضرورتوں کے لئے خدا کی جو نعمتیں میسر ہیں ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پانی، ہوا، کھانا، کپڑا اور مکان آدمی کی روزمرہ ضرورتوں کو پورا کرنے اور زندہ رہنے کے لئے کافی ہیں۔ اس کے باوجود جوش کہتے ہیں کہ دولت کا بندہ اپنی حرص و ہوس کے سبب پاؤں پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔

دوسرے بند میں جوش نے حرص و ہوس کی بدولت حاصل ہونے والی دولت اور سامان امارت سے برآمد ہونے والے نتائج کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ دولت سے رنج اور تکلیف برٹھتی ہے اور سامان امارت باعث ذلت ہوتے ہیں۔ دلوں میں ہوس کی کثرت سے زندگی کی راحتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اسلئے جوش آرزو اور ارمان کم کرنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں آدمی کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔

تیسرا بند میں شاعر نے انسان کی بے وجہ پریشانیوں اور شکایتوں کا پردہ فاش کیا ہے۔ انسان خدا کی تمام نعمتوں سے سرفرازی کے باوجود وہ اپنی حالت زار اور بے اطمینانی کی شکایت کرتا ہے۔ اسے اسی بات کا اندازہ

ہونا چاہئے کہ دنیاداری اور ہوس پرستی کے سبب اس کا ایمان کمزور ہو گیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ انعامِ خدا کا منکر ہو گیا ہے۔

چوتھا بند سورۃ رحمٰن کی اُس آیت کا ترجمان معلوم ہوتا ہے جو پوری سورۃ میں بار بار دبرا تی گئی ہے۔ اس بند میں اللہ کی اُن نشانیوں کا تذکرہ ملتا ہے جو انسان کی ذات سے باہر نظر آتی ہیں۔ جن سے انسان رات دن لطف انداز ہوتا رہتا ہے۔ کوہ و بیابان، وادی و گلشن، رات اور دن، نور پھر اور مونج صبا یہ سب کچھ اللہ ہی کی بخششیں اور نعمتیں ہیں جن کی حقیقت سے حضرت انساں روگردانی کر رہا ہے۔

آخری بند میں لطیف طنزیہ انداز بھی ہے اور اہل صفا اور بادشاہوں کے درمیان تقابل بھی کیا گیا ہے۔ شاعر ایک طرف اہل صفا کی پاک دامانی کو ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے دلوں سے نور کے چشمے بہتے ہیں لیکن بادشاہوں کے پاس اگرچہ دولت اور حکومت ہے ہر طرح کے اسباب فراغت موجود ہیں۔ سروں پر قیمتی تاج ہیں لیکن وہ اکثر پریشانی اور بے اطمینانی کا شکار رہتے ہیں۔

اس نظم میں خدا کی ساری نعمتوں کا بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ بندوں کی نافرمانی اور ناشکری پر اظہار طنز بھی ہے۔ مترجم روایں بھر اور سیدھے سادی الفاظ میں انداز بیان کا وہ

جادو جگایا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مترادف الفاظ کافن کارانہ استعمال
ملاحظہ ہو:

یہ ابر، یہ وادی، یہ گلشن، یہ کوہ و بیابان، یہ صحراء
یہ پھول، یہ کلیاں، یہ سبزہ، یہ موسمِ گل، یہ سرد ہوا

اسی طرح متقاد الفاظ و تراکیب کا کمال دیکھئے:

دولت کا نتیجہ کلفت ہے، سامانِ امارت ذلت ہے
جس دل میں ہوس کی کثرت ہے، دُوراں سے حقیقی راحت ہے

اللہ کی رحمت عام ہے سب پر ”شاہ“ ہواں میں یا ہو ”گدا“
یہ چاند، یہ سورج، یہ تارے، یہ نغمہِ بُلbul، یہ دریا

غور و فکر:

- 1 - ذیل میں دئے گئے مناسب قوافي سے اشعارِ مکمل کیجئے:

[جھلائے - ذلت - سامان]

- (1) دولت کا نتیجہ کلفت ہے، سامانِ امارت ہے
جس دل میں ہوس کی کثرت ہے، دُوراں سے حقیقی راحت ہے
- (2) صحتِ ملک تری کچھ ہرج نہیں، اعضاء میں ترے نقشان نہیں
پھر بھی یہ شکایت تجھ کو ہے، اسباب نہیں نہیں

(3) معبد کی کس بخشش کو، مگرے گا چھپائے جائیگا
اللہ کی کس نعمت کو، اے منکر دیں گا

-2 جوڑ لگائیے:

معنی اور اشارے

الفاظ

مالدار-نعمت دینے والا

پوش

(1)

قول سے پھرنا

کلفت

(2)

لباس-پوشانک

سرپاپا

(3)

سر سے پیر تک

مکرنا

(4)

رنج-تکلیف

منعم

(5)

-3 ذیل کے الفاظ کے قافیے بنائیے:

[کلفت-مکان-انعام-ایمان-گدا]

-4 مختصر سوالات:

(1) خدا کی ان نعمتوں کا تذکرہ کیجئے جو انسان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں؟

(2) شاعرانان سے ”النصاف تو کر تو دل میں ذرا“ کس کہتا ہے؟

(3) کلفت اور ذلت کا سبب کیا ہے؟

بندہ زر کے کہتے ہیں؟ (4)

شاعر کے نزدیک ہوس و حرص کا کیا نتیجہ ہے؟ (5)

-5 توضیحی سوالات

(1) ذیل کے اشعار کی بحوالہ متن تشریح کیجئے:

- (1) ارمان بہت ہیں، کم کر دے ہستی یہ نہیں، اک غفلت ہے
آغاز سرپا دھوکا ہے، انجام سراسر عبرت ہے
- (2) شاہوں کے سروں میں تاج گراں سے دردساً کثر رہتا ہے
جو اہلِ صفا ہیں ان کے دل میں ٹور کا چشمہ بہتا ہے
دوسرے بند کا مطلب بیان کیجئے۔ (2)

(3) قدرت نے ہماری راحت کے لئے کیا سامان بنائے ہیں؟

-6 تفصیلی سوالات

- (1) شاعر نے خدا کی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے انہیں اپنے الفاظ
میں بیان کیجئے؟
- (2) اس قلم کی شعری خوبیوں پر روشنی ڈالئے؟
- (3) جوش کی شاعری کے بارے میں اپنی معلومات پر قلم کیجئے؟

خاکِ وطن

جاں شارا ختر

محبت ہے اپنے چمن سے ہمیں
ہمیں اپنے شہروں کے ناموں سے پیار
گھنے برگدوں کی گھنی چھاؤں سے
ہمیں پیار اپنی روایات سے
رہے گنگناٹا ہمارا گنگن
سدا چاند تاروں کو چھوتی رہیں
رہے وادیوں میں چناروں کی آگ
مچلتی رہے زلفِ گنگ و جمن
چمکتی بھنگ چاندی، نرم دھوپ
یہ گوکل کی گھیاں یہ کاٹی کی گھاٹ
یہ صبح بنارس، یا شامِ اودھ
یہ تینی کی جھیلوں میں کھلتے کنوں
رہے تا قیامت محبت کی لاج
حسین غارتاروں سے بھرتے رہیں

محبت ہے خاکِ وطن سے ہمیں
ہمیں اپنی صحبوں سے شاموں سے پیار
ہمیں پیار اپنے ہر اک گاؤں سے
ہمیں پیار اپنی عمارت سے
سلامت رہیں اپنے دشت و دمن
نگاہیں ہمالہ کی اوپنجی رہیں
چمکتا دمکتا رہے شیش ناگ
رہے پاک گنگوتری کی پھین
رہے جملگاٹا یہ سعجم کا روپ
جھلکتی رہے یہ اشوکا کی لاث
لُغاتی رہیں اپنے غنیوں کا مدھ
رہیں سُرخرو سیکری کے محل
نہاتا رہے نرم کرنوں میں تاج
اجنتا کے بُت رقص کرتے رہیں

رہیں مُسکراتی حسین وادیاں
 ہری کھیتیاں لپیٹاتی رہیں
 لہکتا رہے سبز میداں میں دھان
 مہکتے رہیں سبز آموں کے بور
 سلامت یہ متھرا کی نگری رہے
 رہیں ہولیوں کے سدا ہاتھ لال
 رہے یہ دیوالی کی جگ مگ بہار
 فضا روشنی میں نہاتی رہے
 رہے آسمان پر دمکتا ہلال
 گا گے گلے لوگ ملتے رہیں
 رہے یہ بستتوں کے میلے کی دھوم
 حسین را کھیاں جھل جھلاتی رہیں
 رہے اپنے بھائی پہ بہنوں کو ناز
 گھروں کا تقدس رہے برقرار
 سلامت رہے ڈلہنوں کی پھبن
 سلامت رہے انکھڑیوں کی حیا
 سلامت رہیں ہیر راجھے کے گیت

رہیں شاد جنگل کی شہزادیاں
 جواں لڑکیاں گیت گاتی رہیں
 زمینوں پہ بچھتے رہیں آسمان
 بڑھاتی رہے پینگ جھولے کی ڈور
 چھلکتی یہ رنگوں کی گلگری رہے
 فضاؤں میں اڑاتا رہے یہ گلال
 منڈروں پر جلتے دیوں کی قطار
 ہماری زمیں جگمگاتی رہے
 رہے عید کا مُسکراتا جمال
 دلوں کے جواں پھول کھلتے رہیں
 رہیں شاد یہ گیت گاتے هجوم
 جھما جھم ستارے لٹاقی رہیں
 یہ معصوم نرمی، یہ میٹھا گدراز
 یہ بیٹوں کے ماٹھوں پہ ماوں کا پیار
 سلامت رہیں دل میں کھلتے چمن
 سلامت رہے گھونگھٹوں کی ادا
 رہے ہار میں بھی محبت کی جیت

لجانا رہے مُسکرانا رہے منانا رہے روٹھ جانا رہے
 محبت کے چشمے اُبتنے رہیں جوں سال نغموں میں ڈھلتے رہیں
 رہے دھوم ٹیگور و اقبال کی رہے شان پنجاب و بِنگال کی
 رہے نام اپنے ادب کا بلند دلوں میں سمایا رہے پریم چند
 سدا زندگانی غزل خواں رہے زمانے میں غالب کا دیوان رہے

جاں شارا ختر

جاں شارا ختر شخصیت اور شاعری کے اعتبار سے ہر پہلو سے اردو شاعری کے اُس دور کے ممتاز فرد ہیں جو ۱۹۳۶ء سے شروع ہوا تھا۔ اختر صاحب پرانے اور نئے ہر دور کے لوگوں میں محترم رہے۔ اور اچھی خاصی عزت اور قدر کی نظر سے دیکھے جاتے رہے۔ ان کافن بھی واقعی ایسا ہے جیسے وہ اپنی کم بے نیازانہ طبیعت سے جواب ممکن نہیں اور زیادہ باوقار اور عظیم بنا سکتے تھے۔ ان کی طبیعت اور ان کے مزاج میں بہت زیادہ بے نیازی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کسی چیز سے اتنے سمجھدہ نہیں جتنا سمجھدہ انہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ روایہ ان کا زندگی سے بھی ہے اور شاعری سے بھی۔

جاں شارا ختر بنیادی طور پر ترقی پسند شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمیں زندگی کی حقیقتیں، مناظر کی دلفریضیاں، نفیات کی باریکیاں اور رومانی کی

برنا بیاں ملتی ہیں اور یہ سب چیزیں ایسی سموئی ہوئی ہیں جس طرح کوئی بتاب خ موسيقی متعدد را گنیوں کو ملا کر ایک ایسا نغمہ شیریں پیدا کرتا ہے کہ بزم پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

جال غفار اختر کی شاعری کا لہجہ کبھی بلند آہنگ اور گھن گھرج والا نہیں رہا۔ اُسے چیختے ہوئے رنگ پسند نہیں۔ اسکی شاعری دھیمی آنچ پر کپتی ہے اور اسکی تشبیہوں، علامتوں اور استعاروں سے آنگن میں کھڑے پیڑوں کو جھولتی شاخوں کی صدا آتی ہے۔ اختر نے اردو شاعری کو ایک نیا تجربہ، ایک الگ موضوع اور ایک نیا تصور عطا کیا ہے جو بیک وقت قدیم بھی ہے اور جدید بھی۔

معنی اور اشارے

خاک وطن = وطن کی مٹی

برگد = بڑا درخت

عمارت + عمارات

دشت = جنگل - صحراء

دمن = پہاڑی

سمگن = آسمان

| | | |
|--|---|------------|
| ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق ایک بڑا سانپ جس | = | شیش ناگ |
| کے ہزار سر ہیں اور جو دنیا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ | | |
| ایک خوبصورت درخت جو پھل نہیں دیتا | = | چنار |
| بھیگی ہوئی چاندنی | = | نٹک چاندنی |
| شہد | = | مدھ |
| کامیاب | = | سرخ رو |
| عزت | = | لاج |
| ناچ | = | رقص |
| خوش | = | شاد |
| جھولے کا لمبا جھونک لینا | = | پینگ |
| ہندوؤں کا ایک تہوار | = | ہولی |
| لال رنگ | = | گلال |
| باریک چاند | = | ہلال |
| ایک بندھن ہے جسمیں بہن اپنے بھائی کی کلائی میں | = | راکھی |
| ڈور باندھتی ہے۔ | | |
| پاک | = | تقدس |
| سجاوٹ - آرائش | = | پھین |
| نقاب | = | گھونگھٹ |

| | | |
|----------|---|----------------|
| انگڑی | = | آنکھ + انگڑیاں |
| لجانا | = | شرمانا |
| سدا | = | ہمیشہ |
| غزل خواں | = | غزل پڑھنا |

زبان و بیان:

اردو میں حب الوطنی پر لکھی گئی چند اہم نظموں میں جان شارا اختر کی نظم ”خاک وطن“ کا شمار ہوتا ہے۔ اس نظم کے اشعار کی ترتیب دیکھئے۔ ہر شعر کا اپنا قافیہ ہے۔ ایسی نظم کو مشنوی کہتے ہیں۔ نظم کے ہر شعر سے روانی، سلاست اور دارفیگی پہنچی پڑتی ہے۔ شاعر کو اپنے وطن کی ہرشتے سے محبت ہے۔ اپنے وطن کی سرز میں سے وابستہ تمام چیزیں اسے عزیز ہیں۔ اپنی عمارتیں، اپنی تہذیب، اپنی روایات، اپنے دشت و دمن اپنے پیڑ پودے سمجھی اس کے جذبہ حب الوطنی میں اضافہ کرتے ہیں۔ ایک محبت وطن کی حیثیت سے اسے اپنے وطن کی ہر تہذیب اور ہر مذہب عزیز ہے۔

اسلئے وہ ہندوؤں کے مذہبی عقائد، مقامات اور روایات کی پاسداری پورے شد و مدد کے ساتھ کرتا نظر آتا ہے۔ اس نظم میں گنگوتری، گنگ و جمن، اشوکا کی لاث، شیش ناگ، متھرا کی نگری، گوکل کی گلیاں اور کاشی کے گھاٹ کا تذکرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

صحیح بنارس، شام اودھ، تاج محل اور اجنتا کے غار اور بتوں کے رقص سے بھی شاعر اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرتا ہے۔ لفظوں کا انتخاب اور انداز بیان اتنا بے تکلف اور دلکش ہے کہ اشعار کی قرأت سے ترجمہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ شاعر اپنے وطن کے تھواروں کا ذکر بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بھائی چاروں اور قومی تجھبی کا پیغام بھی دیتا نظر آتا ہے۔ عید، دیوالی، بنت، راکھی بندھن جیسے تھواروں کے تذکرے سے شاعر کی حب الوطنی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔

شاعر اپنے وطن کے بھائی بہنوں اور ماں بیٹیوں کے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہے اور انہیں آپسی پیار و محبت میں سرشار دیکھنا چاہتا ہے۔ نظم کے آخر میں شاعر اپنے وطن کے نام نہاد شاعر و ادیب میگور، اقبال، غالب اور پریم چند کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان کے نام کو روشن رکھنے اور ادب کو پروان چڑھانے کی تلقین کرتا ہے۔

غور فکر

- 1 - ذیل میں دئے گئے مناسب قوافی سے اشعار کو مکمل کیجئے:

[گنگن - وادیاں - چمن]

- (1) محبت ہے خاک وطن سے ہمیں + محبت ہے اپنے سے ہمیں
- (2) سلامت رہیں اپنے دشت و دمن + رہے گنگنا تاہما را.....

(3) رہیں مسکراتی حسین + رہیں شاد جنگلی کی شہزادیاں

-2 ذیل کے اشعار سے متضاد الفاظ الگ سمجھئے:

- (1) سلامت رہیں ہیرا نجھے کے گیت + رہے ہار میں بھی محبت کی جیت
(2) جانار ہے مسکرا نار ہے + منا نار ہے روٹھ جانار ہے
(3) لثائی رہیں اپنے نینوں کا مدھ + یہ صبح بنارس یہ شام اودھ

-3 ذیل کے اشعار کو پڑھئے اور دئے گئے سوالات کے جواب لکھئے:

ہمیں اپنی صحبوں سے شاموں سے پیار
ہمیں اپنے شہروں کے ناموں سے پیار

نگاہیں ہمالہ کی اوپنجی رہیں
سدا چاند تاروں کو چھوتی رہیں

گھروں کا قدس رہے برقرار
یہ بیٹوں کے ماٹھوں پر ماڈوں کا پیار

سلامت رہے انگلھڑیوں کی حیا
سلامت رہے گھونگھٹوں کی ادا

-1 شاعر کو کن کن سے پیار ہے؟

-2 شاعر کو ہمالہ کی نگاہوں سے کپا تو قع ہے؟

-3 تقدس کہاں برقرار رہنا چاہئے اور کن کے ماتھوں پر ماوں کا پیار

ہونا چاہئے؟

-4 شاعر کس کی سلامتی چاہتا ہے؟

-4 جوڑ لگائیئے

| <u>معنی اور اشارے</u> | <u>الفاظ</u> | |
|-----------------------|--------------|-----|
| آنکھ | برگد | (1) |
| کامیاب | دشت و دمن | (2) |
| ناج | گنگن | (3) |
| آسمان | سرخ رو | (4) |
| جنگل اور پہاڑی | قص | (5) |
| بڑکا درخت | انگھڑی | (6) |

-5 مختصر سوالات:

(1) وطن کی کن چیزوں سے شاعر محبت کا انظہار کرتا ہے۔

(2) شاعر نے کن کن تہواروں کا تذکرہ کیا ہے۔

(3) شاعر کن چیزوں کی سلامتی کے لئے دعا کرتا ہے۔

(4) اُن ریاستوں، شاعروں اور ادیبوں کے نام لکھئے جو اس نظم میں شامل ہیں۔

-6 وضاحتی سوالات:

- (1) فطرت کے کن مناظر سے شاعر متاثر ہے؟
- (2) کن کن تاریخی اور مقدس مقامات کا تذکرہ اس نظم میں کیا گیا ہے اور کیوں؟
- (3) دادیوں، کھیتیوں اور بزر میدانوں کو شاعر کس طرح دیکھنا چاہتا ہے۔

-7 تفصیلی سوالات:

- (1) نظم ”خاک وطن“ کا مرکزی خیال واضح کیجئے۔
- (2) جاں ثاراختر کی زبان و بیان کی خوبیوں پر اظہار خیال کیجئے۔

مسافر

(دانش فرازی کی یاد میں)

عزیز تمنائی

وہ اچانک چل دیا گویا سفر تھا مختصر
 زندگی بھر جو سفر کرتا رہا، چلتا رہا
 چھاؤں میں افلک کی پلتا رہا، ڈھلتا رہا
 پاس جو پونجی اجالوں کی تھی سب کچھ بانٹ کر
 راہ کے بے ما یہ ذرتوں کو بنائ کر آفتاب
 خود سے لا پروا، زمانے کی نظر سے بے نیاز
 زہد سے فطری لگاؤ، دل میں تو قیر حجاز
 جانے کیوں اس کو پسند آئی تھی رندی کی نقاب

مرحلے تاریک تھے اور منزلیں تاریک تر
 اس کی ننھی روشنی پہم رہی ظلمت شکن
 صرصربے اعتدالی سے گریزان فکر و فن
 ہوش میں تھا تا دم آخر ضمیر معتبر

وہ مسافر تھا عدم کی راہ میں گم ہو گیا
غم تو اس کا ہے کہ اک اچھا سا انساں کھو گیا

عزیز تمنائی

ڈاکٹر عزیز الرحمن ضلع شاہی آرکانٹ کے موضع گڈیا تم کے قریب
واقع قصبہ ولا تھور میں سے ہے کو پیدا ہوئے۔ آپ کا قلمی نام عزیز تمنائی ہے۔
بہت کم عمری ہی میں شعرو شاعری کی دیوبی سے دل لگایا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں جب
ان کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی انہیں شاعری سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ پہلے
مشاعروں کے لئے غزلیں لکھتے اور پڑھتے رہے۔ پھر ادبیات اور تقدیمی ادب
کے مطالعے نے نظم گوئی کی طرف متوجہ کیا اور اقبال کا جادو کام کرنے لگا۔
انگریزی اور یورپی ادب کے مطالعے سے جدید شاعری کے بعض اسرار منکشف
ہوئے اور ن-م-راشد و میراجی اور ان کے ہم عصروں کی آواز دل کو کھینچنے لگی۔
اس طرح سانیٹ لکھنے کی تحریک ہوئی۔ اگرچہ اختر شیرانی، ن-م-راشد، میراجی
اور بعض دوسرے نوجوان شعراء نے اس صنف میں طبع آزمائی کی تھی لیکن اسے
کوئی خاص مقبولیت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ مدراس کا ماحول اس کے لئے اور بھی
جبکہ اس لئے عزیز تمنائی نے بھی سانیٹ لکھنا ترک کر دیا تاہم چونکہ انہیں
خاص طرح کی داخلی کیفیات کے اظہار کے لئے یہ صنف موزوں نظر آئی تھی اس

لنے والے پھر اس کی طرف رجوع ہوئے اور پر شور تخلیقی لگن کے تحت پھر اسی میں اظہار خیال کرنے لگے ان کے سانیٹوں کا پہلا مجموعہ "برگ نو خیز" ہے جوار دو میں بھی سانیٹوں کا پہلا مجموعہ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کا دوسرا مجموعہ "سرہانے کا چراغ"، بھی شائع ہو چکا ہے۔

سانیٹ غنائی و داخلی شاعری کی ایک قدیم صنف ہے۔ سانیٹ چودہ مصرعوں کی ایک ایسی نظم ہے جس میں ایک بنیادی جذبہ یا خیال دو ملکڑوں میں کچھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے پہلے آٹھ مصرعوں میں خیال کا پھیلاوا اور بعد کے چھ مصرعوں میں اسکی تکمیل ہوتی ہے۔ سانیٹ میں قافیہ بندی کا التزام بھی ہوتا ہے لیکن قافیوں کی ترتیب مختلف ہوتی ہے۔ اردو زبان میں سانیٹ ایک پل ہے جو غزل اور نظم کی درمیانی خلیج کو پاختا ہے۔ اس میں غزل کی اشارت، اس کا رچاؤ اس کی گہرائی، اسکی پہنائی بھی موجود ہے اور نظم کا تسلسل اسکی ہم آہنگی، اس کا داخلی و خارجی تناسب، اس کا محاکاتی انداز بھی۔ غزل اور نظم کی تمام اہم خصوصیات کا یہ حسین امتزاج سانیٹ کو ایک انوکھی خوبی اور ایک زالی کشش عطا کرتا ہے۔

معنی اور اشارے:

افلاک = فلک کی جمع - آسمان

پونجمی = سرمایہ - دولت

| | | |
|---|---|------------|
| بے دولت - مفلس - بے حقیقت | = | بے مایہ |
| بے غرض - مستغنى | = | بے نیاز |
| پرہیزگاری - تقویٰ | = | زہد |
| عزت | = | تو قیر |
| عرب کے ایک شہر کا نام | = | جاز |
| شرابی | = | رندی |
| پردہ | = | نقاب |
| منزل | = | مرحلہ |
| مسلسل - لگاتار | = | پہنچ |
| تاریکی کو دور کرنا | = | ظلت شکن |
| آخری دم تک | = | تادم آخر |
| آندھی | = | صرصر |
| بے توازن | = | بے اعتدالی |
| پرہیز کرنا - بھاگنا | = | گریزان |
| دل | = | ضمیر |
| بھروسے کے قابل | = | معتبر |
| غیر حاضری - نہ ہونا - وہ عالم جہاں آدمی مرنے کے | = | عدم |
| بعد جاتا ہے | | |
| راستہ | = | راہ |

عزیز تمنائی کی نظم ”مسافر“، دانش فرازی کی یاد میں قلم بند کی گئی ہے۔ چونکہ اس میں شاعر نے دانش کی موت پر اپنے تاثرات اور جذبات کا اظہار کیا ہے اسلئے یہ رثائی نظم کہلاتی ہے۔ یہ نظم سانیٹ کی بہیت میں ہے۔ نظم دو مکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ پہلے مکڑے میں آٹھ مصرع ہیں اور دوسرے میں چھ مصرع۔ اس طرح کل 14 مصرعون میں شاعر نے اپنے خیالات کو سینئنے کی کوشش کی ہے۔

”مسافر“، ایک تاثراتی نظم ہے اسکی دانش فرازی کی شعری، ادبی اور علمی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ دانش کی فراغ دلی کا یہ عالم تھا کہ وہ بلا امتیاز ذات اپنے چھوٹے بڑے نئے پرانے تمام شاگردوں کو علم و آگہی اور شعری و ادبی دولت سے مالا مال کرتے رہے۔ بقول عزیز تمنائی انہیں ذرے سے آفتاب بنایا۔

عزیز تمنائی کہتے ہیں کہ دانش کے اندر ایک ایسی شان بے نیازی تھی کہ وہ خود سے بھی اور زمانے کی نظر سے بھی بے نیاز ہو گئے تھے آپ کی فطرت میں تقویٰ اور دل میں کعبہ کا احترام تو تھا ہی لیکن غالب کی طرح دانش بھی با دہ نوشی سے دامن بچانہ سکے۔

دالش نے ایک ایسے دور میں شاعری کی شمع روشن کی تھی جبکہ اس راہ کی تمام منزليں تاریک اور راستے خاموش ہو گئے تھے۔ آپ کے فکر و فن سے صوبہ ٹھملنا ڈو میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ آخر عمر تک آپ نے شعر و ادب کے لئے اپنے ذہن و دل کو وقف کر دیا تھا۔ عزیز تمنائی کی نظر میں دالش مسافر تھا اس لئے عدم کی راہ میں گم ہو گیا لیکن انہیں اس بات کا غم ہے کہ ایک اچھا انسان ہم سے بچھڑا گیا۔

نظم شگفتہ اور رواں بحر میں کہی گئی ہے۔ اس لئے تاثیر و بala ہو گئی ہے عزیز تمنائی نے کہیں بھی جذبے کو بے لگام نہیں چھوڑا ہے۔ بلکہ ابتداء سے آخر تک خیال انگلیزی کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اس نظم میں خیالات اور جذبات کا اظہار تخیل اور فکر کی آمیزش کے ساتھ ہوا ہے۔ نظم میں علامتوں، اشاروں، استعاروں اور تمثیلوں سے اس کا شعری حسن دو بالا ہو گیا ہے۔

غور و فکر:

(1) ذیل کے شعر کی نشر بنائیے:
 زہد سے فطری لگاؤ، دل میں تو قیر تجاز
 جانے کیوں اس کو پسند آئی تھی رندی کی نقاب

(2)

ذیل کے شعر میں الفاظ کی الٹ پھیر کو درست کیجئے:

عدم کی راہ میں وہ مسافر گم ہو گیا تھا
اس کا تو ہے غم کہ انسان اچھا سا کھو گیا

(3)

مناسب جوڑ لگا کر مصرع مکمل کیجئے:

الف

- | | | |
|-----------------------|-------------------------|-----|
| راہ میں گم ہو گیا | وہ اچانک جل دیا | (1) |
| منزلیں تاریک تر | خود سے لاپروا، زمانے کی | (2) |
| گویا سفر تھا مختصر | مرحلے تاریک تھے اور | (3) |
| نظر کی نظر سے بے نیاز | وہ مسافر تھا عدم کی | (4) |

(4) آفتاب کا قافیہ نقاب ہے اور بے نیاز کا قافیہ حجاز ہے اسی طرح

ذیل کے الفاظ کا ایک ایک قافیہ لکھئے:

(شباب - ادا - نظر - ساحل - ضمیر - ارمان)

(5) مختصر سوالات:

- (1) سانیٹ کے کہتے ہیں؟
- (2) اردو میں سانیٹ کو پُل کیوں کہا گیا ہے؟
- (3) نظم ”مسافر“ کسی کی یاد میں لکھی گئی؟
- (4) مسافر کو کونی نقاب پسند آئی تھی؟

(5) ”پاس جو پونجی اجالوں کی تھی سب کچھ بانٹ کر“ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(6) وضاحتی سوالات:

(1) مسافر میں کیا کیا خوبیاں تھیں؟

(2) مسافر کے مرحلے اور منزليں کیسی تھیں اور اس کی فکر و فن کا کیا حال تھا؟

(3) ذیل کے مصرعوں کی وضاحت کیجئے:

(1) راہ کے بے ما یہ ذرتوں کو بنا کر آفتاب

(2) اس کی ننھی روشنی پہم رہی ظلت شکن

(3) غم تو اس کا ہے کہ اک اچھا انسان کھو گیا

(7) تفصیلی سوالات:

(1) نظم ”مسافر“ کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجئے؟

(2) عزیز تمنائی کی شاعری سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیجئے؟

بے کفن لغش

کمال مدراسی

میں ٹھلتا تھا سمندر کے کنارے ایک شام
چل رہی تھی پے بے پے ٹھنڈی ہوائے سحر خیز
اور افق پر ہر طرف جلوہ فشاں تھیں سُرخیاں
تھی مری حد نظر تک چادر ابر روای
جس کے قدموں پر جھکا تھا آسمان کج آدا
میں نے اس عالم میں دیکھا منظر شاہ و گدا
میرے دل کی طرح موجیں بیقرار و مضطرب
انٹھ کے نکراتی تھیں پہم کشتی نادار سے
شور دغل کا ایک ہنگامہ مچا جس کے سبب
اک بربہ نہ لغش لائے تھے وہاں مزدود ر چند
مانگتے تھے جو کفن کے واسطے ہر اک سے بھیک
درنہ کر دینی پڑے گی لغش شاید نذر آب

کون تھا جو تھام لیتا بے بس و مجبور کو
اپنی آنکھوں سے بہاتا خون کے آنسو کبھی
چیخ اُٹھتا ایک نعش بے کفن کو دیکھ کر
یہ وہی ہے جس سے حاصل ہے ہمیں نان شکم
جس کا خون غم ہمارے ہر رگ دریشہ میں ہے
اور ہے اپنے دھن کی جس کے کارن آن بان

یہ نہیں تو ناز برداری اُٹھائے اپنی کون؟
کس پر اپنے ہم جتا سکتے ہیں احسان و کرم
کون پوچھے گا بنا کر بُت ہمارے رات دِن

غرق ہی تھا ان خیالاتِ پریشاں خیز میں
ہورہا تھا شمسِ تاباں آسمان پر یوں غروب
میں نے یہ سمجھا سمندر اب نگل جانے کو ہے
اس انڈھیرے میں بھی دامن گیر ہے فکر غریب
جس کی قسمت تیرہ و تاریک ہے شاہوں کے ساتھ
جس کی شامِ ظلمت آگیں کی نہیں اب تک سحر

موڑ دوں گا میں رُخ تاریخِ مزدودِ ازال !!
 اس کے قدموں پر جبین شاہ کو کردوں گا خم
 چھین لوں گا تخت و تاجِ ظالم و جابر غور
 درسِ تعمیرِ وطن سے آئے گا اک انقلاب
 ماند پڑ جائیں گی ساری قوتیں تخریب کی
 اور بدل جائے گا اک دن رنج پروردہ شام

کمال مدراسی

نام محمد کمال الدین اکبر اور تخلص کمال ہے۔ مدراس کے ایک
 صاحبِ ثروت گھرانے میں پیدا ہوئے۔ چھٹی جماعت سے شعر و شاعری کا شوق
 پیدا ہو گیا تھا۔ افضل العلماء مولانا عبدالستار صاحب مہجور کی سرپرستی نے اس کو
 اور ہوادی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آرٹس کالج، مدراس میں داخلہ لیا۔ یہاں ڈاکٹر
 عبد الحق، مولانا عبدالوہاب بخاری، مولانا رحیم احمد فاروقی آزاد اور سید فضل
 اللہ جیسے جید عالموں کی فیضِ تربیت نے اور جلابخشی۔

آپ کو انگریزی شعروادب سے بھی کافی دلچسپی تھی۔ طبقی تعلیم کی
 غرض سے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں بھی اردو شاعری کا مشغله جاری

رہا۔ پنجاب اسوسیشن مدراس سے آپ کا بڑا قریبی تعلق تھا۔ آپ ہی کی نظمت میں اس اسوسیشن کے سالانہ کل ہند مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے ایک ناظم شاعرہ کی حیثیت سے بھی آپ کو بین الاقوامی شہرت حاصل تھی۔

کمال مدراسی مسل ناؤ دو کے ماہیہ ناز غزل گو شاعر گذرے ہیں آپ نے نظمیں بھی کہی ہیں۔ رباعیات، قطعات اور سانیٹ پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کے کلام کے مجموعوں میں ”اعجاز کمال“، ”تاج کمال“، ”ابرار کمال“، ”فیروز کمال“ اور ”پرواز کمال“ زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

معنی اور اشارے:

| | | |
|---------------|---|---------------------------------------|
| لغش | = | لاش-میت |
| بے کفن لغش | = | بنا کفن لاش |
| پے پہ پے | = | لگا ٹار-مسلسل |
| ہوائے سحر خیز | = | لطف پیدا کرنے والی ہوا۔ جادو بھری ہوا |
| افق | = | ہاؤ سماں کا کنارہ |
| جلوه فشاں | = | جلوہ خاہر کرنا۔ روشن نمایاں |
| حد نظر | = | نظر کی حد تک |

| | | |
|----------------------|---|----------------|
| چلنے والا بادل | = | ابر رواں |
| ثیرھی چال والا آسمان | = | آسمانِ کج ادا |
| بادشاہ اور فقیر | = | شاہ و گدا |
| بے چین | = | مضطرب |
| گاتار۔ مسلسل | = | پیغم |
| بے بس کشی | = | کشتی نا دار |
| ننگی لاش | = | برہنہ لغش |
| پانی کی نذر | = | نذر آب |
| پیٹ کی روٹی | = | نانِ شکم |
| پریشان کرنے والے | = | پریشان خیز |
| روشن سورج | = | شمسِ تاباں |
| تاریکی لانے والی شام | = | شامِ ظلمت آگیں |
| بادشاہ کی پیشانی | = | جبین شاہ |
| جھکا دینا | = | خم کرنا |
| چبر کرنے والا | = | جا بر |
| اجاڑنا | = | تخرب |
| رنج و غم پالنے والا | = | رنج پروردہ |

”بے کفن لغش“، منظر کشی اور گھرے مشاہدات پر مشتمل ایک کامیاب نظم ہے۔ نظم کی ابتداء منظر نگاری سے ہوتی ہے۔ شاعر شام کے وقت سمندر کے کنارے ٹھیل رہا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی اور دل کو لبھانے والی ہواں سے لطف اندوں ہو رہا ہے۔ افق پر سرخیاں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ شاعر کو اپنی حد نظر تک آسمان پر بادل روائی دوائی نظر آتے ہیں۔ یہ منظر کچھ ایسا لگ رہا ہے جیسے بادل کے قدموں پر آسمان نے اپنا سر جھکا دیا ہو۔ شاعر اپنے دل کی طرح سمندر کی موجودوں کو بے قرار اور بے چین پاتا ہے۔ کیونکہ ایک نادرستی سے موجود بار بار ملکر ارہی ہیں جس سے ساحل کے کنارے پر شور و غل برپا ہو گیا ہے۔ اب نظم ایک نیا موڑ لیتی ہے چند مزدور ایک برہنہ لاش لئے سمندر کے کنارے پہنچ گئے ہیں اور کفن کے لئے ہر ایک سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ ان کی یہ مانگ پوری نہ ہونے پر ایسا لگتا ہے کہ وہ لاش کو پانی کی نذر کر دیں گے۔ یہ دیکھ کر شاعر کا اضطراب بڑھتا ہے۔ اسے اس برہنہ لاش سے ہمدردی ضرور ہے لیکن وہاں کوئی شخص ایسا نظر نہ آیا جو اس بے بس و مجبور لاش کے لئے کفن کا انتظام کرتا ایسے میں شاعر کا دل تڑپ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ وہی مزدور ہے جو ہمیں

نامِ شکم فراہم کرتا ہے جس سے ہمارے وطن کی آن بان قائم ہے۔ وہ ہماری ناز برداری اٹھاتا ہے۔ ہماری پوجا کرتا ہے لیکن بقول شاعر اسکی قسمت تیرہ و تاریک ہے۔ اسلئے اسکی تاریک شام کبھی سحر میں بدل نہ سکی۔ اس دل سوز منظر کو دیکھنے کے بعد شاعر کا دل جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ قدرے انقلابی آہنگ میں تاریخ کا رخ بدل دینا چاہتا ہے اور شاہوں کو مزدوروں کے قدموں پر جھکا دینے کے درپے ہے۔ شاعر پر امید ہے کہ تعمیر وطن کا درس ایک دن انقلاب لائے گا اور ساری تحریکی قوتیں کو ماند کر دے گا۔ مزدوروں کا رخ پر وردہ نظام خوشیوں اور مسرتوں میں تبدیل ہو جائے گا۔

یہ نظم سراپا پڑتا شیر ہے۔ تسلسل اور روانی ابتداء سے آخر تک قائم ہے۔ شاعر کا اسلوب دلکش ہے۔ شاعر نے شعری صنعتوں اور اصطلاحوں کا استعمال بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے۔ نظم کا موضوع اور فکر کی اسas ترقی پسند نظر یہ پر قائم ہے۔

شعریت اور روانی کا احساس نظم کے ہر شعر سے ہوتا ہے۔ موضوع و فکر مناسبت سے الفاظ کا انتخاب نظم کی تاثیر کو بڑھادیتا ہے۔ اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ دنیا میں اب دور سرمایہ داری ختم

ہو جائے گا اور مزدوروں کو انصاف مل کر رہے گا۔ اس نظم کا عنوان خود ایک علامت ہے انقلاب کی۔ ایک نئے نظم کی جس میں مزدوروں کو آزادی کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہو گا۔

غور و فکر:

-1 ذیل کے اشعار پڑھئے اور پیچے دئے ہوئے سوالات کے مختصر جواب لکھئے:

(الف) یہ وہی ہے جس سے حاصل ہے ہمیں نانِ شکم
جس کا خونِ غم ہمارے ہر رُگ و ریشہ میں ہے
(1) ”یہ وہی ہے“ سے شاعر کا اشارہ کس کی طرف ہے؟

(ب) درس تعمیر وطن سے آئے گا اک انقلاب
ماند پڑ جائیں گی ساری قوتیں تخریب کی
(2) اس شعر میں متناہ الفاظ کی نشان وہی کیجئے۔

-2 ذیل کے شعر میں الفاظ کی الٹ پھیر کو درست کیجئے:

لغش لائے تھے ایک وہاں بہنہ چند مزدور
جو کفن کے واسطے مانگتے تھے بھیک ہر اک سے

جوڑ لگائیے:

-3

الفاظ = معنی

لغش = روشن سورج (1)

گدا = نگایانگی (2)

مضطرب = نشان و شوکت (3)

برہنسہ = ہار کی - اندھیرا (4)

آن بان = رنگ پھیکا پڑ جانا (5)

تیرہ و تاریک = فقیر (6)

ماند = لاش (7)

مختصر سوالات:

-4

شاعر کہاں اور کس وقت ٹھیل رہا تھا؟ -1

شاعر کو تاحد نظر کیا نظر آیا؟ -2

مزدور کیا لائے تھے اور ہر ایک سے کس چز کی بھیک مانگ رہے تھے؟ -3

شاعر جبین شاہ کو کس کے قدموں پر خم کر دینا چاہتا ہے؟ -4

انقلاب کیسے آئے گا؟ اور کونسی قوتیں ماند پڑ جائیں گی؟ -5

وضاحتی سوالات:

-5

شام کے وقت سمندر کے کنارے کا منظر اپنے الفاظ میں لکھئے۔ -1

- 2 ایک بردہ لاش کو دیکھ کر شاعر پر کیا گذرتی ہے؟
- 3 اس شعر کی تشریع کیجئے:

اس اندر ہرے میں بھی دامن گیر ہے فکر غریب
جس کی قسمت تیرہ و تاریک ہے شاہوں کے ساتھ

تفصیلی سوالات: -6

- 1 اس نظم کا مرکزی خیال واضح کیجئے۔
- 2 اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجئے۔

اپنی جنم بھوئی

سجاد بخاری

ہند کے ذی حشم عوام کے نام پریم کا، امن و آشتی کا پیام
مزہبوں، ملتوں کا یہ سنوار مختلف، مشکبو، گلوں کا ہار
ایکتا اور ہند کے اقوام جیسے غزلوں میں قافیوں کا نظام
جیسے ندیوں میں بارشوں کا ملاب
اپنے تہوار آپسی بندھن اپنے افکار پریم کا چندن
ایک بجلی نہ جانے کیسے گری
سارے گلشن میں ابتری چھیلی

ہر عمارت کی شان ہوتی ہے
سارے بھارت کو جس نے گھیر لیا
دھیرے دھیرے غبار سا اٹھا
نفترتیں، الفتوں سے مکرائیں
بھائی بھائی سے بد گمان ہوا
کس کا اپمان، کس کا مان ہوا
چھوڑ دیتے ہیں کیوں ہوا اور کب
چند باتیں مگر ہیں غور طلب!

آنکھ ہر بار کیوں پھڑکتی ہے
ڈس کے چپ چاپ یہ نکلتے ہیں
شرپندوں نے جب زبان کھولی
لخت جگروں کو کتنے روکے رہے
کیا قیامت کی وارداتیں ہوئیں
لوث مار اور درندگی توبہ
گھر سے بے گھر ہے زندگی توبہ

ایسی بگڑی کو پھر بنانا ہے
آخر اس دلیش کو بچانا ہے

اب گوارا نہیں ہوا دینا چاہئے آگ کو بجھا دینا
ضد پہ اڑنا کوئی کمال نہیں آبرو ہی اگر بحال نہیں
ہار اور جیت اصل میں کیا ہے
دھرم، ہٹ دھرم کب بناتا ہے
ان میں اکثر کئے پہ نادم ہیں
اس خدا کے جو گل جہاں کا ہے

کیا عبادت کی اور ہے شکستی
شانتی کے سوا ہے کیا بھگتی

خود نمائی نہ خود سری میں ہے بندگی، بندہ پروری میں ہے
 دونوں آگے بڑھیں گلے ملنے مل کے بیٹھیں تو کیوں نہ حل نکلے
 وہ بھی مسجد کا احترام کریں
 آن قائم تو جان قائم ہے
 فیصلہ جو بھی ہو عدالت کا
 ایسٹ، پھر کہیں بھی ملتے ہیں رُک گئے دل تو پھر نہ ہلتے ہیں
 بھول جائیں نہ ایک منظر ہم پیار ہی پیار رحمتِ عالم
 نفسِ آدمِ کریم ہو جائے
 آدمیت عظیم ہو جائے

سجاد بخاری

سجاد بخاری 16 ستمبر 1951ء کو شہر مدراس میں پیدا ہوئے۔
 ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے ما موال پروفیسر سید عظمت اللہ سر مدّی مرحوم کی نگرانی میں
 اعلیٰ تعلیم کے مراحل طے کئے۔

مدراس یونیورسٹی سے ایم۔ اے اردو پاس کرنے کے بعد ٹمبل
 ادب میں بھی ایم۔ اے کی سند حاصل کی اور دونوں زبانوں میں ماہرانہ قدرت
 رکھتے ہیں۔ اردو میں ایم۔ فل کرنے کے بعد ”بھارتی اور اقبال“ کے موضوع

پر مدرس یونیورسٹی سے پی- اچ- ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ تیار کر رہے ہیں۔

سجاد بخاری ایک منحصہ ہوئے ادیب اور زود گو شاعر ہیں۔ چھوٹی بھروس میں ان کی غزلیں بہت پُر لطف ہوتی ہیں۔ انہوں نے علیم صبانویدی کے ہائیکو کا ٹمبل ترجمہ کر کے ٹمبل زبان و ادب کی دنیا میں بھی اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ ان کی کتاب ”پیسم ور لگل“، کے نام سے شائع ہو کر ٹمبل حلقوں میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ آپ اردو کے استاد کی بحیثیت سے گورنمنٹ مدرسہ اعظم میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیکر ماضی قریب میں ملازمت سے سبد و شہ ہو گئے۔ ان دونوں آپ مدرس یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بحیثیت پروجکٹ فیلو (Multilingual Dictionary) کے کام میں مصروف ہیں۔

معنی اور اشارے

جنم بھومی = پیدائش کی جگہ، مادر وطن

ذی حشم = حشمت والا، شان و شوکت والا

پریم = پیار، محبت، دوستی، یارانہ

امن و آشتی = میل ملا پر صلح، سکون و آرام

ایکتا = بیکھرتی، میل ملا پر

| | | |
|-----------|---|-------------------------------------|
| ساغر | = | سمندر |
| تھوار | = | خوشی کا دن، عید برات |
| ابتری | = | خرابی، گڑ بڑ، بے ترتیبی، بدحالی |
| اپمان | = | بے عزتی |
| مان | = | عزت |
| شرپند | = | فاد برپا کرنے والا، جھگڑا لو، برائی |
| لخت جگر | = | چاہنے والا |
| واردات | = | جگر کا مکڑا، اولاد |
| مزدرا آتش | = | سانحہ، حادثہ، ہنگامے |
| آخرش | = | آگ کے حوالے |
| ہوادنیا | = | آخر کار، انجام کار |
| آڑنا | = | آگ کو بھڑکانا، فاد پھیلانا |
| بحال | = | ٹس سے مس نہ ہونا، ڈننا |
| نادم | = | برقرار، قائم، اچھی حالت میں |
| بیر | = | شرمندہ، پشمیان، شرمدار |
| شکنی | = | دشمنی، عداوت |
| شانتی | = | طاقت |
| | = | امن و سلامتی |

بھکتی

خودنمائی

خودسری

بندہ پروری

رام کرنا

مکیں

بربریت

منتر

کریم

نفسِ آدم

عبادت

=

خودپسندی، اپنی نمائش کرنا

=

سرکشی، نافرمانی، ضد

=

احسان، عنایت

=

راضی کرنا

=

مکان میں رہنے والا

=

وحشی پن، خونخواری

=

جادو کے بول

=

بنخشنے والا، فیاض، مہربان

=

انسان کی پستی، آدمی کا مزاج

=

زبان و بیان

اس لظم کا نفسِ مضمون عصری حیثیت کا حامل ہے۔ اشاروں کنایوں میں شاعر نے قوم کے نام تجھیتی کا پیغام دیا ہے۔ سر سید احمد خاں نے کیا خوب کہا تھا کہ ہندو اور مسلمان ہندوستان کی دو آنکھیں ہیں۔ اس لنظم میں شاعر نے دونوں قوموں سے مخاطب ہو کر یہی بات اپنے انداز میں کہی ہے۔

با برجی مسجد کے سانچے عظیم اور اس کے بعد ہونے والے دردناک

حالات کے پس منظر میں اس نظم کو سمجھنا چاہئے۔ شاعر نے اس نظم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ شروعات میں ہندو مسلم اتحاد و اتفاق اور تہذیبی رنگارنگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پھر بابری مسجد کے سامنے سے نظم دوسرا موڑ لیتی ہے کہ کس طرح اس حادثہ عظیم نے دونوں قوموں کے درمیان دراٹیں ڈالیں اور کیا کیا تباہیاں چائیں۔ یہ بھی کہ شرپند عناصر لگا تارقوم و ملک کا کیا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

تیرے موڑ پر شاعر نے دونوں عظیم قوموں کے آگے اس مسئلے کا ایک خوبصورت حل بھی پیش کیا ہے اور یہی حصہ اس نظم کی کامیابی کا ضامن ہے۔ سلاست، رواني اور محاکاتی انداز بیان اس نظم کی جان ہے۔ سبک ہندی الفاظ کا بمحل استعمال نہ صرف ہندو مسلم اتحاد بلکہ ہندی اردو میل ملáp کا بھی غماز ہے!

اس نظم کو عصری حیثیت سے لبریز ایک مختصر قومی مشنوی بھی کہا جاسکتا ہے۔

غور و فکر

- 1 - جوڑ لگائیے:

| <u>معنی</u> | | <u>الفاظ</u> |
|------------------|-------|--------------|
| سرکشی - نافرمانی | | (1) ذی حشم |
| سامنے - حادثہ | | (2) ایکتا |

| | | | |
|-------------------|-------|--------|-----|
| شان و شوکت والا | | اپمان | (3) |
| بے عزتی | | واردات | (4) |
| یجھتی - میل ملا پ | | خودسری | (5) |

-2 ذیل کے تین مصروعوں میں سے ایک مکمل شعر تلاش کیجئے:
 کیا قیامت کی وارداتیں ہوئیں
 چاہتیں چاہتوں سے شرمائیں
 نذر آتش ہزاروں جانیں ہوئیں

-3 اس شعر کی نثر کیجئے:

ضد پ اڑنا کوئی کمال نہیں
 آبرو ہی اگر بحال نہیں

-4 شعر میں الفاظ کی الٹ پھیر کو درست کیجئے:

پھر بنانا ہے ایسی بگڑی کو
 دلیش کو آخرش بچانا ہے

-5 مختصر سوالات:

- 1 ”اپنی جنم بھومی“ سے کیا مراد ہے؟
- 2 ہند کے اقوام کی ایکتا کو شاعر نے کن مثالوں سے واضح کیا ہے؟

- بھارت میں کس طرح کا غبار اٹھا تھا؟ - 3
- شرپندوں نے کیا کہرام مچایا؟ - 4
- شاعر کس بات پر ”توبہ“ کا اظہار کرتا ہے؟ - 5
- شاعر نفس آدم اور آدمیت کے لئے کیا چاہتا ہے؟ - 6
- توضیحی سوالات:** - 6
- ذیل کے اشعار کی بحوالہ متن تشرح کیجئے: - 1

(1) ڈس کے چپ چاپ یہ نکتے ہیں
سانپ جو آستین میں پلتے ہیں
(2) کیا عبادت کی اور ہے شکتی
شانتی کے سوا ہے کیا بھگتی

- شاعر کس منتر کو نہ بھولنے کی ترغیب دلاتا ہے؟ - 2
- ہند کے ذی حشم عوام کے نام شاعر کیا پیغام دیتا ہے؟ - 3

تفصیلی سوالات: - 7

- نظم ”اپنی جنم بھومی“، کا مرکزی خیال واضح کیجئے۔ - 1
- اس نظم کے آخری بند کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجئے۔ - 2
- اس نظم کی شعری خوبیاں اجاگر کیجئے۔ - 3